قرآن کریم کے چند غیر معروف اردو تراجم

(اجمالی تعارف)

ڈاکٹر محمد ہمایوں عباس شمس ٭
اسسٹنٹ پروفیسر شعبہ علوم اسلامیہ جی سی یونیورسٹی لاہور

ترجمہ کیا ہے؟ اس کی ماہیت و حقیقت بیان کرنے میں اہل علم مختلف آراء رکھتے ہیں لیکن تمام اہل علم میں اس کی اہمیت و افادیت ایک مسلمہ حقیقت ہے۔(۱) تاریخ اسلام میں فکر اسلامی کو دیگر تہذیبوں تک منتقل کرنے کے لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات مبارکہ میں "ترجمان" کا تصور ضرور ملتا ہے۔(۲)

دنیا کی ہر زبان میں الفاظ دو پہلو رکھتے ہیں ایک تو وہ خاص معنی جس کے لیے ان کو وضع کیا گیا اور دوسرا اس لفظ کے اندر احساسات، جذبات اور اس زبان کا کلچر۔ ترجمہ میں دقت یہ ہوتی ہے کہ معنی کی ادائیگی کے لیے ایک زبان کی جگہ دوسری زبان کا لفظ تو لے لیا جاتا ہے۔ مگر دیگر عناصر کو دوسری زبان کے لفظ میں سمیٹنے سے قاصر رہتے ہیں۔(۳) یہی وجہ ہے ترجمہ کو ایک مشکل فن سمجھا گیا۔ ایک زبان کے الفاظ کی تمام تر رعنائیاں یقیناً دوسری زبان میں منتقل نہیں کی جاسکتیں، مگر اپنے پیغام اور دعوت کی ترسیل کے لیے ترجمہ کو ایک ذریعہ ضرور بنایا جاسکتا ہے۔(۴)

اسلام کا پیغام پھیلا تو قرآن کے تراجم کا بھی آغاز ہوا۔ اردو زبان معرض وجود میں آئی تو برصغیر کے علماء نے اردو تراجم کا آغاز کیا، سب سے پہلے شمالی ہند کے مولانا معظم نابھوی نے ۱۷۱۹ء/

۱۳۱۱ھ میں قرآن کریم کا اردو میں ترجمہ کیا، اگر چہ یہ مکمل نہ تھا۔(۵)

اس کے بعد قرآنی تعلیم کے فروغ اور حصول ثواب کے لیے مترجمین کی ایک طویل فہرست ہے۔ ہر مترجم نے اپنے فہم دین، ذوق، رجحانات کو پیش نظر رکھا۔ لسانی ارتقاء نے بھی نئے ترجموں کی ضرورت کی راہ کھولی۔ اہل علم نے مختلف تراجم کا تقابلی مطالعہ کیا اور ایک ترجمہ کی دوسرے پر فضلیت ثابت کرنے کے لیے زور علمی صرف کیا۔ قرآن کریم کے تراجم میں حسن وسلاست، باطل افکار اور الحادی وانحرافی نظریات کے رد کے لیے تو یہ رویہ درست ہے، مگر دوسرے مترجمین کو کم علم اور جاہل ثابت کرنا انتہائی نازیبا حرکت ہے۔ تاہم قرآنی تراجم کو قرآن کی طرح منزل من اللہ سمجھ کر کسی ایک ترجمہ کو حتمی اور آخری قرار دینا بھی غیر علمی اور غیر سنجیدہ رویہ ہے۔ قرآن عربی مبین میں نازل ہوا۔(۶) یہی آسمان کی دفتری زبان ہے۔(۷) اور اپنی ذاتی صلاحیتوں کی وجہ سے تمام زبانوں پر فوقیت رکھتی ہے۔(۸) جب غالب، اقبال اور شیکسپیر (Shakespeare) کی تخلیقات کو ان کی اصل روح کے مطابق اردو میں ڈھالنا ناممکن ہے تو ''عربی مبین'' کے حامل قرآن کو کماحقہ کس طرح اردو سمیت کسی بھی دوسری زبان میں منتقل کیا جا سکتا ہے، جب کہ اردو زبان کا لسانی ڈھانچہ بھی عربی سے مختلف ہو تو مشکل اور بڑھ جاتی ہے۔ علاوہ ازیں مترجمین کی مختلف مسالک سے وابستگی کے علاوہ اردو زبان پر عربی کے اثرات جن سے بعض اوقات ایک لفظ عربی میں مثبت معانی میں استعمال ہوتا ہے مگر اردو میں اس کو منفی سمجھا جاتا ہے۔ اور دیگر اثرات کی وجہ سے اردو کے ترجموں میں فرق ضرور ہے، مگر ہمیں صالح اور متقی صاحبان علم مترجمین کے اخلاص پر شک نہیں کرنا چاہیے۔ عربی تفسیروں کے بعض اختلافات بھی ترجموں پر اثر انداز ہوئے، آیات قرآنی میں معانی و مفاہیم کے تنوع کو بیچارہ کمزور مترجم کس طرح احاطہ الفاظ میں بیان کر سکتا ہے۔ اگر کوئی قرآن کا ترجمہ عربی میں بھی کرنا چاہے تو اس کے پاس بھی عجز و درماندگی کے علاوہ کچھ نہ ہوگا۔ دور حاضر میں ضرورت اس امر کی ہے کہ علوم القرآن کے ایسے صالح اور متقی ماہرین کے سپرد ترجمہ قرآن کا کام کیا جائے جو مختلف زبانوں کے لسانی ڈھانچہ سے

آ گاہی رکھنے کے ساتھ ساتھ سائنس، معاشیات اور سیاسیات وغیرہ کی اصطلاحات سے بھی کامل واقفیت رکھتے ہوں۔ اس تگ ودو کے نتیجہ میں جو بھی کاوش سامنے آئے گی وہ، الفاظ قرآنی کی ترجمانی اور تفسیم ہی ہوگی ترجمہ قرآن نہ ہوگا۔(۹) شاید اسی احتیاط کے پیش نظر ڈاکٹر محمد محسن خاں اور ڈاکٹر محمد تقی الدین الھلالی کے ترجمہ کا نام "Interpretation of the Meanings of the Noble Quran" رکھا گیا ہے۔ ان ساری مشکلات کے باوجود اردو مترجمین نے ترجمہ میں انتہائی احتیاط کا مظاہرہ کیا۔ فنی اور معنوی اعتبار سے بہتر سے بہتر کاوش کی۔ لیکن یہ انسانی کاوش ہے، جس میں بہتری کی گنجائش ہمیشہ موجود رہتی ہے۔ خاندان ولی اللہ کا احسان یہ ہے کہ برصغیر میں ترجمہ قرآن کی روایت ڈالی مگر ساتھ یہ بھی کہ شاہ ولی اللہ نے المقدمۃ فی قوانین الترجمہ (۱۰) لکھ کر اس کام کے لیے بنیادی اصول وضع کیے۔ مگر لسانی ارتقاء کی وجہ سے قوانین ترجمہ کو از سر نو مرتب کرنے کی ضرورت ہے، بلکہ ہونا یہ چاہیے کہ ہر مترجم ان بنیادی اصول وضوابط کو اپنے ترجمہ کے ساتھ شائع کرے جن کو اس نے ترجمہ کرتے ہوئے پیش نظر رکھا۔ ترجمہ کے سلسلہ میں چند اہم امور درج ذیل ہیں، جن کو ضرور پیش نظر رکھنا چاہیے۔

(۱) مترجم کے لیے ضروری کہ وہ جس زبان میں ترجمہ کر رہا ہے اس زبان اور عربی لغت کے معانی وصیغہ سے آگاہ ہو۔

(۲) اسے دونوں زبانوں کے اسالیب اور خصوصیات کا بھی پتہ ہو۔

(۳) کسی آیت کے متعدد مطالب ہوں تو ان میں سے راجح مطلب کو اختیار کرے۔

(۴) اللہ تعالیٰ کی عظمت وجلالت کو پیش نظر رکھا جائے۔

(۵) کوئی ایسا لفظ نہ استعمال کیا جائے جو بارگاہ الٰہی کے شایان شان نہ ہو۔

(۶) مقام انبیاء علیہم السلام کی عظمت وتقدس کو ملحوظ رکھا جائے۔

(۷) اسلام کے قطعی اور یقینی عقائد کو ملحوظ خاطر رکھا جائے۔(۱۱)

چار ایسے ترجمہ ہائے قرآن کا ذیل میں مختصر تعارف کروایا جا رہا ہے جو عوام الناس میں مقبول و معروف نہیں۔

(۱) عرفان القرآن: سید محمد وجیہ السیما عرفانی

سید محمد وجیہ السیما عرفانی ۱۴/ اکتوبر ۱۹۲۰ء کو راولپنڈی میں پیدا ہوئے۔ آپ کا خاندان دینی علوم میں ایک معتبر حوالہ کی حیثیت رکھتا تھا، پنجاب یونیورسٹی سے ایم اے فلسفہ کیا۔ درس نظامی کے اسباق بھی چند اساتذہ سے پڑھے۔ عربی، فارسی، فرانسیسی، اردو، پنجابی، سنسکرت، جرمن زبانوں میں کامل مہارت حاصل تھی، ریڈیو پاکستان کے شعبہ خبر میں بطور مترجم کام بھی کیا، دس سے زائد نثر اور شعر میں آپ کی کتب شائع ہو چکی ہیں.

فن ترجمہ پر آپ کو کامل عبور حاصل تھا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ سے خدمت قرآن کا کام لینا تھا اس لیے مختلف زبانوں کے فن پاروں کو اردو میں منتقل کروایا۔ علاوہ ازیں چشتی سلسلہ سے نسبت و تعلق نے آپ کے لیے باطن قرآن کے دریچے وا کئے۔ (۱۲) یہی وجہ ہے کہ اس ترجمہ میں، ابلاغ کمال درجہ کا پایا جاتا ہے۔ علم بیان کے محاسن کو بھی ترجمہ میں سمونے کی سعی کی ہے ترجمہ کے لیے الفاظ کا انتخاب قاری کے ذہن پر خوشگوار اثر چھوڑتا ہے.

عرفان القرآن (۱۳) کے چند امتیازات درج ذیل ہیں۔

اردو روزمرہ اور محاورہ میں معروف و معتبر اسلوب اپنایا چند مثالیں درج ذیل ہیں۔

(i) تَبَّتْ يَدَاۤ اَبِیْ لَهَبٍ وَّتَبَّ (لہب:۱)

ترجمہ: ابولہب کے دونوں ہاتھ ٹوٹ جائیں اور ابولہب مردہ باد

اللہ جل شانہ نے ابولہب کی جس انداز میں مذمت کی اسے ''مردہ باد'' کہہ کر قارئین پر واضح کیا۔

(ii) الحمدللہ (فاتحہ:۱)

تعریف والی ہر بات اللہ تعالیٰ ہی کی ہے

حمد کے مفہوم کو اردو روزمرہ کے مطابق ادا کرنے کی کوشش کی ہے۔

(iii) الذین یومنون بالغیب (البقرہ:۳)

جو بن دیکھے پر ایمان رکھتے ہیں۔

بالغیب کے مفہوم کو اعلیٰ اسلوب میں بیان کرنے کی کوشش کی ہے۔

بعض اوقات قاری قرآن کریم کا ترجمہ پڑھتے ہوئے کسی الجھن کا شکار ہو جاتا ہے، ایسے مقامات پر عرفان القرآن میں ترجمہ کا اسلوب اس طرح کا اختیار کیا گیا ہے کہ اشکال کا حل سامنے آ جائے۔

(i) اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ (فاتحہ:۵)

چند تراجم ملاحظہ فرمائیں

بتا دیجیے ہم کو رستہ سیدھا	(اشرف علی تھانوی)
ہم کو (دین کا) سیدھا رستہ دکھا	(ڈپٹی نذیر احمد)
دکھا ہم کو راستہ سیدھا	(سید شبیر احمد)
دکھا ہم کو راہ سیدھی	(شاہ رفیع الدین)
چلا ہم کو راہ سیدھی	(شاہ عبدالقادر)
دکھا ہم کو سیدھا راستہ	(عبدالعزیز خالد)
(ہمیشہ) ہمیں سیدھی راہ چلا	(علامہ احمد سعید کاظمی)
(ہم کو سیدھے راستے چلا	(فتح محمد جالندھری)

بعض اوقات یہ اشکال پیدا ہوتا ہے کہ کیا ہم فاتحہ کی اس آیت کے تکرار کے باوجود صراط مستقیم پر نہیں، درج بالا تراجم سے یہ اشکال واضح نہیں ہوتا، عرفان القرآن کے ان الفاظ سے یہ الجھن

دور ہو جاتی ہے۔

ہمیں سیدھے اور صحیح رستے پر لیے چل

''لیے چل'' نے اس مفہوم کو واضح کر دیا کہ اس وقت جو میں ہدایت پر ہوں اس میں ثابت قدمی اور دوام و استمرار کی طلب ہے۔

(ii) ذٰلِکَ الْکِتٰبُ لَارَیْبَ فِیْهِ هُدًی لِّلْمُتَّقِیْنَ (البقرہ:۲)

مولانا مودودی کا ترجمہ اس طرح ہے

''یہ اللہ کی کتاب ہے اس میں کوئی شک نہیں۔ ہدایت ہے ان پرہیزگاروں کے لیے''۔

مولانا مفتی محمد شفیعؒ نے مفہوم کو اس طرح ادا کرنے کی کوشش کی۔

''اس کتاب میں کوئی شک نہیں راہ بتلاتی ہے ڈرنے والوں کو۔''

عرفان القرآن میں اس مفہوم کو یوں ادا کیا گیا ہے:

''یہی وہ کتاب حق ہے کہ اس میں شک والی کوئی بات ہے ہی نہیں یہ ان پرہیزگاروں کی رہنما ہے جو''

☆ احترام رسول ﷺ کے اعتبار سے مترجم نے اس ترجمہ میں حد درجہ احتیاط کی ہے، آپ ﷺ کی ذات اقدس کے لیے ''تو'' اور ''تم'' جیسے الفاظ سے ترجمہ نہیں کیا کیونکہ عرف میں یہ الفاظ ادب و احترام کے تقاضے پورے نہیں کرتے۔ چند مثالیں درج ذیل ہیں۔

(i) قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ (اخلاص:۱)

یارسول اللہ آپ فرما دیجئے وہ اللہ ایک ہی ہے۔

(ii) وَرَاَیْتَ النَّاسَ یَدْخُلُوْنَ فِیْ دِیْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا (النصر:۲)

تو اے سرورِ دو عالم آپ دیکھیں گے کہ لوگ فوج در فوج اللہ کے دین میں شامل ہو رہے ہیں۔

مَا وَدَّعَکَ رَبُّکَ وَمَا قَلٰی (الضحیٰ:۳)

اے رسول برحق ﷺ آپ کے پروردگار نے آپ کو ہرگز نہیں چھوڑا نہ ترش رو ہوا۔

مَا اَنْتَ بِنِعْمَةِ رَبِّکَ بِمَجْنُوْنٍ (القلم:۲)

اے سردار انبیاء ﷺ آپ اپنے پروردگار کی نعمت سے مجنون تو نہیں ہیں۔

ترجمہ میں صلوۃ وسلام پورا لکھنا حضرت عرفانی کے تعلق بالرسول کا آئینہ دار ہے۔

بعض مقامات پر الفاظ کے مفہوم کو تفسیری انداز میں بیان کرنے کی کوشش کی ہے، ایک مثال ملاحظہ فرمائیں۔ اِنَّآ اَعْطَیْنٰکَ الْکَوْثَرَ (الکوثر:۱)

یارسول اللہؐ بے شک ہم نے آپ کو ہر ایک خیر و برکت کی انتہائی بہتات عطا فرمادی ہے۔

(۲) انوار القرآن: مولانا عبدالحکیم شرف قادری

علامہ عبدالحکیم شرف قادری (۱۹۴۴۔۲۰۰۷ء) ایک مایہ ناز مصنف، معروف مترجم اور کہنہ مشق مدرس کے حوالے سے جانے جاتے ہیں۔ مولانا سردار احمد، علامہ محمد اشرف سیالوی، علامہ عطا محمد بندیالوی، مفتی عبدالقیوم ہزاروی، مفتی محمد امین جیسے فاضل اساتذہ سے اکتساب علم کے بعد جامعہ نعیمیہ لاہور، دارالعلوم محمدیہ غوثیہ بھیرہ، جامعہ اسلامیہ ہری پور، اشاعت العلوم چکوال جیسے اہم مدارس میں تدریسی فرائض انجام دیے آپ نے عربی، فارسی، اور اردو زبان میں آثار علمیہ چھوڑے ہیں، عربی کتابوں کو اردو زبان کا جامہ اس طرح پہناتے کہ وہ اصل تصنیف محسوس ہوتی۔ (۱۴)

علم و دانش کا یہ کوہ گراں، عجز و انکساری کا نمونہ تھا، انوار القرآن کی وجہ تالیف کا سبب خود ان الفاظ میں بیان کیا ہے۔

''مجھے یہ زعم نہیں ہے کہ میں نے ترجمہ میں کوئی کمال دکھایا ہے، یا اس ترجمہ کی کوئی امتیازی خصوصیات ہیں، ایک دوست نے مجھ سے پوچھا کہ اتنے تراجم جو موجود ہیں تو اس ترجمے کی کیا ضرورت ہے؟ میں نے کہا: کوئی ضرورت نہیں میں تو اپنی ضرورت کے تحت لکھ رہا ہوں، دراصل میں خود بحیثیت ایک طالب علم اپنی بساط کے مطابق قرآن پاک کا مطالعہ کرنا چاہتا ہوں اور کسی قدر

گہری نظر سے مطالعہ تب ہی ہو سکتا ہے جب اسے لکھا بھی جائے۔''

دوسری وجہ ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں:

''فقیر ایک عرصہ سے سوچتا تھا کہ کائنات کی سب سے اہم کتاب قرآن پاک ہے، کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اور اس نے خود اس کی حفاظت کا وعدہ فرمایا ہے اور یہ نقل متواتر سے منقول ہو کر ہم تک پہنچا ہے اور یہ کتنی عجیب بات ہے کہ ہم دوسری کتابیں پڑھتے ہیں اور ان پر ترجمہ، تحشیہ یا تشریح کی صورت میں کام کرتے ہیں، لیکن قرآن کریم جیسی کتاب کا ہم نظر غائر سے مطالعہ نہیں کرتے، کوئی فوت ہو جائے تو ایصال ثواب کے لیے اس کی تلاوت کر لیتے ہیں یا پھر دینی مدارس کے نصاب کا حصہ ہونے کی حیثیت سے پڑھ لیتے ہیں۔ بہر حال جتنی توجہ اس کتاب کو دینی چاہیے وہ ہم نہیں دیتے۔'' (۱۵)

ترجمہ کا اسلوب اور معاون کتب:

اپنے اسلوب ترجمہ اور ماخذ کی وضاحت خود علامہ شرف قادری ان الفاظ میں کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے جب راقم کو پہلی اور دوسری دفعہ (بلکہ اب تیسری دفعہ) حرمین شریفین حاضری کا موقع دیا تو دعائیں کرتا رہا کہ اے خالق و مالک تو مجھے اپنی کتاب کی خدمت کی توفیق عطا فرما۔

کچھ عرصہ پہلے راقم نے قرآن پاک کا ترجمہ شروع کیا، اس کا طریقہ یہ رہا کہ پہلے چند مستند تراجم دیکھتا ہوں، اس سلسلے میں مختلف تراجم دیکھنے کا اتفاق ہوا، ضیاء القرآن کا بھی مطالعہ کرتا رہا ہوں، آخر میں چار بلکہ تین ترجمے رہ گئے جنہیں بالالتزام دیکھتا ہوں۔

(۱) شاہ ولی اللہ محدث دہلوی — فتح الرحمٰن

(۲) امام احمد رضا بریلوی — کنز الایمان

(۳) علامہ سید احمد سعید کاظمی — البیان

(۴) ڈاکٹر حامد حسن بلگرامی — فیوض القرآن

اس کے بعد عربی کی مختلف تفسیریں دیکھتا ہوں خاص طور پر جہاں واضح طور پر ترجمانی نہیں

ہو پاتی، مثلاً:

(۱) تفسیر جلالین مع حاشیہ علامہ صاوی

(۲) تفسیر سمرقندی

(۳) تفسیر مظہری

(۴) تفسیر روح المعانی

(۵) تفسیر کبیر

(۶) تاویلات اہل السنۃ از امام ابو منصور ماتریدی

ترجمہ کی خصوصیات:

اس ترجمہ کی درج ذیل خصوصیات ہیں:

ترجمہ میں عظمت الوہیت اور انبیاء کرام خصوصاً حضور سید عالم ﷺ کی عظمت اور شان رفیع کا پورا خیال رکھا گیا ہے۔

☆ ترجمہ اردو اسلوب کے مطابق رواں دواں ہے تاکہ قاری کو مطلب کے سمجھنے میں آسانی رہے، مثلاً اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

قُلْ فَاْتُوْا بِالتَّوْرٰىةِ فَاتْلُوْهَا اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْن (آل عمران/۹۳)

اس کا ترجمہ اس طرح کیا گیا ہے:

اے حبیب فرمادیجئے اگر تم سچے ہو تو تورات لاؤ اور اس کی تلاوت کرو۔

☆ یہ ترجمہ نہ تو لفظ بلفظ ہے اور نہ ہی لفظی ترجمہ ہے بلکہ تفسیری اور مرادی ترجمہ ہے مثلاً حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں ہے: اِذْ قَالَ لِاَبِيْهِ دور آخر کے جمہور علماء اہل سنت فرماتے ہیں کہ آذر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے باپ نہیں بلکہ چچا تھے، اس لیے ترجمہ ہی یوں کیا گیا ہے:

جب انہوں نے اپنے چچا کو کہا۔

☆ عموماً ضمیروں کا ترجمہ واضح نہیں ہوتا اور پڑھنے والے کو معلوم نہیں ہوتا کہ یہ ضمیر کس طرف راجع ہے انوار القرآن میں اس کی وضاحت کی بھی کوشش کی ہے، مثلاً اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

یَعۡتَذِرُوۡنَ اِلَیۡکُمۡ اِذَا رَجَعۡتُمۡ اِلَیۡهِمۡ (توبہ:۹۴)

''یعتذرون'' کی ضمیر کس طرف راجع ہے، اِلَیۡکُمۡ کا خطاب کس سے ہے؟ اور کس جگہ سے لوٹ کر آنا مراد ہے، ترجمہ دیکھئے۔

مسلمانو! جب تم (تبوک سے) لوٹ کر آ ؤ گے تو منافق تمہارے سامنے عذر پیش کریں گے۔

☆ وَعَدَ یَعِدُ وعدہ کے معنی میں بھی آتا ہے اور وعید (دھمکی) کے معنی میں بھی آتا ہے، جب عذاب کے ساتھ ''وعد'' کا تذکرہ ہو تو اس کا ترجمہ دھمکی سے کیا ہے، مثلاً: مَتٰی ھٰذَا الۡوَعۡدُ یہ دھمکی کب پوری ہوگی؟

☆ اس ترجمہ میں مترجم نے موجودہ دور کے محاورہ کا لحاظ بھی رکھا۔ جیسے:

(i) لَآ اَسۡئَلُکُمۡ عَلَیۡهِ اَجۡرًا

میں تم سے تبلیغ دین کی فیس نہیں مانگتا۔

(ii) وَقَدۡ بَلَغۡتُ مِنَ الۡکِبَرِ عِتِیًّا

جب کہ میں بڑھاپے کی آخری اسٹیج تک پہنچ گیا ہوں۔

(iii) وَاِذَا قِیۡلَ لَهُمۡ لَا تُفۡسِدُوۡا فِی الۡاَرۡضِ قَالُوۡۤا اِنَّمَا نَحۡنُ مُصۡلِحُوۡنَ. (البقرہ:۱۱)

اور جب انہیں کہا جائے: ''زمین میں دہشت گردی نہ کرو تو کہتے ہیں ہم تو صرف اصلاح کرنے والے ہیں''

فساد فی الارض کا ترجمہ ''دہشت گردی'' کرنے کی وضاحت آپ کے لختِ جگر ڈاکٹر ممتاز احمد سدیدی نے یوں کی ہے۔

اس آیت مبارکہ کا ترجمہ جب میرے سامنے آیا تو میں نے حضرت والد صاحب سے پوچھا

''لاتفسدوا'' کا معنیٰ ''دہشت گردی نہ کرو'' کیسے ہوگا؟ تو فرمایا: ارشاد ربانی ہے:

وَاِذَا تَوَلّٰی سَعٰی فِی الْاَرْضِ لِیُفْسِدَ فِیْهَا وَیُهْلِکَ الْحَرْثَ وَالنَّسْلَ، وَ اللّٰهُ لَا یُحِبُّ الْفَسَادَ. (البقرہ:۲۰۵)

''اور جب وہ آپ کی مجلس سے رخصت ہوتا ہے تو زمین میں دہشت گردی کرنے کے لیے دوڑ دھوپ کرتا ہے، کھیتی اور جانداروں کو ہلاک کرتا ہے اور اللہ دہشت گردی کو پسند نہیں فرماتا''۔ (انوار القرآن)

حضرت والد صاحب نے فرمایا: اس آیت میں کھیتی اور جانداروں کی ہلاکت کو فساد سے تعبیر کیا گیا ہے اور دہشت گردی کیا ہوتی ہے؟ یہ بات سنتے ہی میرے ذہن میں بھی ''فساد فی الارض'' کا مفہوم واضح ہو گیا کیونکہ عصر حاضر میں ریاستی دہشت گردی کرنے والے اپنے عسکری جرائم کا اعتراف کرنے کی بجائے بڑی ڈھٹائی سے کہتے ہیں ''ہم تو صرف اصلاح کرنے والے ہیں'' اور اپنے آپ کو اپنی ہی زبان سے مستعمر بھی کہتے ہیں، جبکہ محکوم ممالک کا خون چوسنے کے عمل کو استعمار کا نام دیتے ہیں۔

☆ انوار القرآن کے محاسن میں سے ایک یہ بھی ہے کہ سلاست کے لیے قرآنی عبارت اور الفاظ کو نظر انداز نہیں کیا گیا بلکہ قرآنی الفاظ کے قریب رہنے کی کوشش کی گئی ہے، درج ذیل آیت کے ترجمہ میں یہ کوشش واضح طور پر دیکھی جا سکتی ہے، ارشاد ربانی ہے:

اِذْ یَغْشَی السِّدْرَةَ مَا یَغْشٰی. (النجم:۱۶)

''جب سدرہ پر چھا رہا تھا وہ حسن جو چھا رہا تھا''۔

اس آیت مبارکہ کے ترجمہ میں ''چھا رہا تھا'' دو مرتبہ آیا ہے کیونکہ عربی عبارت میں ''یغشی'' بھی دو مرتبہ ہے، اس کے ترجمہ کو دوبارہ ذکر کرنے کی بجائے ایک مرتبہ ذکر کرنے پر بھی اکتفا کیا جا سکتا تھا، لیکن صاحب انوار القرآن بڑے اہتمام سے اس کا ترجمہ دو مرتبہ ہی لائے ہیں، قرآنی الفاظ کے اہتمام کی کوشش اس خوبصورتی سے کی گئی ہے کہ زبان و بیان کی چاشنی میں بھی کسی قسم کی کمی

واقع نہیں ہوئی۔

☆ صاحب انوار القرآن کی زندگی کا بڑا حصہ تفسیر وحدیث اور دیگر عربی و اسلامی علوم پڑھانے میں گذرنے کے باعث آپ کی علم تفسیر، اصول تفسیر اور اصول ترجمۂ قرآن پر گہری نظر تھی، اور ان سارے علوم میں مہارت نے آپ کے ترجمۂ قرآن کو زیادہ معتبر اور مستند بنا دیا۔ آپ نے سورۃ فاتحہ کی آخری آیت کا جو ترجمہ کیا ہے اس سے علم نحو پر آپ کی گہری نظر کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے یہ آیت اور اس کا ترجمہ درج ذیل ہے۔

غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ. (الفاتحہ:۷)

''جو نہ تو غضب کا نشانہ بنے اور نہ ہی گمراہ ہوئے''۔

اس ترجمہ پر حاشیہ میں لکھتے ہیں: یہ ترجمہ اس لیے کیا گیا ہے کہ ''غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ بدل ہے ''الَّذِيْن'' سے معنی یہ ہے کہ جنہیں انعام دیا گیا ہے وہی لوگ ہیں جو غضب اور گمراہی سے محفوظ رہے (تفسیر بیضاوی صفحہ ۱۰) اور یہ جو ترجمہ کیا جاتا ہے کہ ''نہ ان کا جن پر غضب ہوا اور نہ گمراہوں کا'' وہ بھی صحیح ہے، اس میں مفہوم بیان کیا گیا ہے۔''

مندرجہ بالا سطور سے جہاں صاحب انوار القرآن کی علم نحو پر گہری نظر کا اندازہ ہوتا ہے وہیں سابقہ تراجم کے لیے احترام کا عنصر بھی واضح طور پر دکھائی دے رہا ہے، اور یہ علامہ شرف کی وسعت نظری کی بہترین دلیل ہے۔

(۳) عمدۃ البیان: مفتی غلام سرور قادری

مفتی غلام سرور قادری ۱۹۳۹ء کو مظفر گڑھ میں پیدا ہوئے۔ آپ کے اساتذہ میں نمایاں نام علامہ احمد سعید کاظمی رحمۃ اللہ علیہ کا ہے۔ صوبائی وزیر برائے مذہبی امور پنجاب بھی رہے ہیں۔ تصانیف کی تعداد ۵۵ سے زائد ہے۔ (۱۶) چند امتیازات ملاحظہ فرمائیں۔

☆ ترجمہ عمدۃ البیان بنیادی طور پر تفسیری ترجمہ ہے۔ اس لیے قوسین کا بکثرت

استعمال کیا گیا ہے مثلاً

الم کے بعد قوسین میں لکھا ہے

(اس کا مطلب اللہ ورسول ﷺ ہی جانیں)

☆ اس ترجمہ کا اہم اور بنیادی امتیاز گرائمر کے اصولوں کی سختی سے پابندی بتایا گیا ہے۔ مفتی غلام سرور قادری نے اپنے ترجمہ کو گرائمر کے اصولوں سے ہم آہنگ کرنے کے لیے جو تگ و دو کی اس کو محاسن عمدۃ البیان کے نام سے تحریر کیا ہے۔ جو ابھی تک غیر مطبوعہ ہے۔ آپ نے اس پمفلٹ میں یہ بھی ذکر کیا کہ عموماً گرائمر پر بہت زیادہ توجہ نہ دینے سے دیگر تراجم میں بعض سقم رہ گئے ہیں۔ اس پمفلٹ سے گرائمر کو ملحوظ خاطر رکھنے اور مفتی صاحب کے نزدیک دیگر علما کا اس پہلو کو نظرانداز کرنے کی چند مثالیں نقل کی جاتی ہیں۔ واضح رہے کہ مفتی صاحب کی ان تمام آراء سے اتفاق ضروری نہیں۔

(i) بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ کا ترجمہ عمدۃ البیان میں ہے۔

(کہو) اللہ بے حد مہربان بہت رحم کرنے والے کے نام سے ہی (میرا شروع کرنا ہے)

یہ ترجمہ کرنے کی وجوہ اور دیگر مترجمین کی اصلاح کرتے ہوئے مفتی صاحب نے لکھا ہے۔

(۱) ''بعض مترجمین نے بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ ٥ (فاتحہ۔۱) کا ترجمہ ''اللہ کے نام سے شروع'' کرنے کی بجائے یوں کیا ''شروع اللہ کے نام سے'' اس طرح ترجمہ اللہ کے نام سے شروع نہ ہوا بلکہ لفظ ''شروع'' سے ہی شروع ہوا جو عربی گرائمر اور مقصد کے خلاف ہے، کیونکہ مقصد یہ ہے کہ ابتدا اللہ ہی کے نام سے ہو الحمد للہ! علمائے اہلسنت کے تراجم میں اس نکتہ کا خیال رکھا گیا ہے حالانکہ دیگر مترجمین کے تراجم میں ایسا نہیں کیا گیا جبکہ اس نکتہ کا خیال نہ رکھنا عربی گرائمر کی خلاف ورزی ہے اور آداب خداوندی کے بھی خلاف ہے کیوں کہ اللہ تعالیٰ کی ذات اقدس کے ادب کا یہی تقاضا ہے کہ ابتداء اس کی نام اقدس سے ہو اور بعض نے یوں ترجمہ کیا ''اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے''۔ اس ترجمہ میں دو غلطیاں کی گئی ہیں۔

(۲) ایک یہ کہ لفظ ''شروع'' درمیان میں لایا گیا ہے جبکہ اسے آخر میں لانا چاہیے ہم اپنے ترجمہ میں آخر میں لائے ہیں کیونکہ لفظ شروع کے درمیان میں لانے سے اسم مبارک ''اللہِ'' موصوف اور اس کی صفت ''الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ'' کے درمیان فاصلہ آ جاتا ہے جو درست نہیں ہے اس لیے مفسرین نے لفظ ''شروع'' کو ''بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ'' کے آخر میں مقدر قرار دیا ہے چنانچہ تفسیر مدارک شریف امام نسفی میں ہے۔

''وانما قدر المحذوف متاخرا (الی ان قال) فوجب ان یقصد الموحد معنی اختصاص اسم اللہ بالا ابتداء و ذالک بتقدیمه و تاخیر الفعل'' یعنی شروع کرتا ہوں وغیرہ ایسا لفظ ''بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ'' کے آخر میں محذوف تصور ہوگا تو ضروری ہے کہ ''بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ'' کی ابتدا اور شروع اللہ کے نام سے ہو یعنی ''بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ'' میں ''ابتدی'' یا ''اشرع'' کو آخر میں مقدر مانا جائے گا اس لیے کہ مومن کے لیے ضروری ہے کہ وہ خاص ''اللہ'' کے نام سے ابتدا کرے اور ظاہر ہے کہ یہ ابتدا اللہ کے نام سے تب ہوگی جب اللہ کا نام شروع میں آئے اور لفظ ''ابتدی'' یا لفظ ''اشرع'' یا اقرء آخر میں محذوف قرار دیا جائے (ملاحظہ ہو تفسیر مدارک ا۔۱۱) اس لیے ہم نے اپنے اس ترجمہ میں ''بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ'' کا ترجمہ یوں کیا ہے ''اللہ بے حد مہربان بہت رحم کرنے والے کے نام سے شروع'' ہم لفظ شروع کو عربی گرائمر کے قاعدے کی رو سے آخر میں لائے ہیں۔

(۳) دوسری یہ غلطی کہ ''الرَّحْمٰنِ'' کا ترجمہ ''بڑا مہربان'' یا ''بہت مہربان'' کیا گیا ہے اور ''رَحِیْمِ'' کا ترجمہ ''بڑا رحم والا'' یا ''رحم والا'' کیا گیا جو عربی گرائمر کی رو سے درست نہیں ہے کیوں کہ ''الرَّحْمٰنِ'' اور ''رَحِیْمِ'' دونوں مبالغہ کے صیغے ہیں لیکن ''رَحْمٰنِ'' میں ''رَحِیْمِ'' کی نسبت زیادہ مبالغہ ہے اس لیے ''رحمن'' اللہ کے سوا کسی اور کے لیے استعمال نہیں ہو سکتا یعنی ''الرَّحْمٰنِ'' صرف اللہ کو ہی کہیں گے یہ کسی اور کا نام نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ تفسیر بیضاوی و مدارک میں ہے ''الرحمن

ابلغ من الرحیم و فی الرحمن من المبالغة ما لیس فی الرحیم" (جلد اص۱۲) کہ رحمٰن میں رحیم کی نسبت زیادہ مبالغہ ہے "الرحمن خاص تسمیة لانہ لا یوصف بہ غیرہ" کہ اَلرَّحْمٰن خاص اللہ کا نام ہے اسے کسی اور کے لیے استعمال نہیں کیا جا سکتا اور رحیم بھی مبالغہ ہے "بہت رحم کرنے والا"۔ اس لیے ہم نے اپنے ترجمہ میں اس عربی گرامر کے قاعدہ کے مطابق یہی ترجمہ لکھا ہے "بے حد مہربان بہت رحم کرنے والا" ایک غلطی یہ ہے کہ "اَلرَّحْمٰنِ" کا معنی "نہایت مہربان" کیا گیا ہے اور اہل علم جانتے ہیں کہ "نہایت" ایک عربی لفظ ہے اگر چہ یہ اردو میں بھی استعمال ہوتا ہے جس کے معنی "حد" کے ہیں چنانچہ المنجد میں ہے "النہایة" غایة الشئی و آخرہ: اقصی ما یمکن ان یبلغہ" یعنی کسی شئی کی نہایت کا معنی اس کا انتہاء و آخر تک پہنچ جانا ہے جہاں تک وہ پہنچ سکتی ہے جس سے آگے ہونا اس کے لیے ممکن نہ ہو۔ اور لسان العرب میں ہے "النہایة حیت ینتھی الیہ الشئی" (۱۵۔۳۴۴) کہ نہایت حد کا نام ہے جہاں ایک چیز جا کر ختم ہو جائے۔ اور المصباح المنیر میں ہے "نہایة الشئی اقصاہ و آخرہ" (٦٢٩) کہ کسی شئی کی نہایت کا معنی ہے اس کا آخر کہ اس کے بعد آگے نہ ہو۔

جبکہ اللہ تعالیٰ ایک ایسا رحمت والا اور ایسا مہربان ہے کہ اس کی رحمت و مہربانی کی نہایت و انتہاء اور حد ہی نہیں ہے وہ خود بھی لامحدود ہے اور اس کی ہر صفت بھی لامحدود ہے چنانچہ منطق کی مشہور کتاب "سلم العلوم" میں ہے "لا یحد" کہ اللہ کی کوئی حد نہیں ہے اور یہ مسلم بات ہے کہ جیسا موصوف ہوتا ہے ویسی اس کی صفت ہوتی ہے۔ انسان ذات محدود ہے تو اس کی ہر صفت بھی محدود ہے اور اللہ تعالیٰ ذات لامحدود ہے۔ تو اس کی ہر صفت بھی لامحدود ہے۔ چنانچہ امام سید محمد بن محمد حسینی زبیدی مرتضیٰ متوفی ۱۲۰۵ھ اپنی کتاب اتحاف السادۃ المتقین شرح احیاء علوم الدین میں فرماتے ہیں "فان رحمة اللہ لا نہایة لھا و لا غایة" یعنی بلاشبہ اللہ کی رحمت کی نہ انتہا ہے نہ حد ہے۔ لہٰذا "رحمن" کا معنی نہایت مہربان کرنا درست نہ ہوا۔

(ii)　　فِیۡ قُلُوۡبِهِمۡ مَّرَضٌ (البقرہ:۱۰)

مفتی صاحب نے اس کا ترجمہ یوں کیا ہے

''ان کے دلوں میں (منافقت کی) بیماری ہے۔

اپنے اس ترجمہ کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

بعض مترجمین حضرات'' فِیۡ قُلُوۡبِهِمۡ مَّرَضٌ ''(البقرۃ۔۱۰) کا ترجمہ یوں فرماتے ہیں ''ان کے دلوں میں بیماری تھی'' اور بعض نے یوں کیا'' ان کے دلوں میں روگ تھا'' یہ ''تھی'' یا ''تھا'' عربی گرائمر کی رو سے غلط ہے کیونکہ اس میں ''تھی'' یا ''تھا'' کا اضافہ کرنا منافقین کے نفاق کے مرض یا روگ کو ماضی کا واقعہ بنانا ہے، جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس آیت کے نزول کے وقت سے پہلے ان کے دلوں میں نفاق کی بیماری موجود تھی لیکن یہ نزول کے وقت نہ تھی جبکہ حقیقت حال یہ ہے کہ نزول آیت کے وقت بھی ان کے دلوں میں نفاق کی بیماری موجود تھی جس کا اس آیت میں اظہار کیا جا رہا ہے لہٰذا اس کا صحیح ترجمہ یوں ہوگا'' ان کے دلوں میں بیماری ہے یا روگ ہے'' جیسے ''فی الدار رجل'' کا صحیح معنی یوں ہوگا'' گھر میں ایک مرد ہے'' اس کا معنی یوں کرنا کہ'' گھر میں ایک مرد تھا'' گرائمر کی رو سے صحیح نہ ہوگا بلکہ غلط ہوگا.

(iii)　　وَ بَشِّرِ الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ (البقرہ:۲۵) کا ترجمہ اس طرح کیا ہے اور تم ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کیے خوشخبری سنا دو اپنے اس ترجمہ کی وضاحت اور دیگر تراجم سے موازنہ کرتے ہوئے مفتی صاحب نے لکھا ہے۔

وَ بَشِّرِ الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ (البقرہ:۲۵) کا ترجمہ فرمایا'' اور ایمان والوں اور نیک عمل کرنے والوں کو ان جنتوں کی خوش خبریاں سناؤ'' اور ایک اور صاحب نے یوں فرمایا ''اور بشارت دو ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور جنہوں نے نیک کام کیے'' ان دونوں بزرگوں نے اس طرح بشارت دیے جانے والوں کے دو گروہ بنا دیے ایک ایمان والے اور دوسرے نیک عمل کرنے

والے، حالانکہ یہ ایک ہی گروہ ہے ان کو الگ الگ دو گروہ کرنا ایک ایمان والے اور دوسرے نیک عمل والے گرائمر کی رو سے غلط ہے۔ کیونکہ عربی گرائمر کی رو سے ''الَّذِیْنَ'' اسم موصول ہے اور ''آمَنُوْا'' اور ''عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ'' یہ واسطہ واؤ عاطفہ، دونوں اسی اسم موصول کے صلے ہیں چونکہ دونوں صلوں کا موصول ایک ہے لہذا یہ گروہ ہی ایک قرار پاتا ہے تو اس کا صحیح ترجمہ ہوگا ''ان کو خوشخبری دیجئے جو ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کیے''۔ (ملاحظہ ہو بلاغۃ القرآن الکریم فی الاعجاز ۔۴۹ و تفسیر کبیر ا۔۱۲۶)

(iv) وَلَاُ دْخِلَنَّهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ (آل عمران:۱۹۵)

اور ضرور ضرور انہیں ان باغوں میں داخل کروں گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں۔

اس ترجمہ کے گرائمر، لغت اور اعتقادات کے حوالہ سے مختلف پہلوؤں پر بحث کرتے ہوئے مفتی صاحب نے لکھا ہے۔

''وَلَاُ دْخِلَنَّهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ'' (آل عمران:۱۹۵) اس کا ترجمہ یوں کیا گیا ہے ''اور انہیں یقیناً ان جنتوں میں داخل کروں گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی'' یہ ترجمہ اہلسنت کے خلاف اور معتزلہ فرقہ کے مطابق ہے جو کہتے ہیں کہ جنت اور دوزخ ابھی تک پیدا نہیں کی گئیں اس لیے وہ موجود نہیں ہیں، بلکہ اللہ تعالیٰ انہیں قیامت کے دن پیدا کرے گا۔ جنتیں بنائے گا جن میں نہریں بہتی ہوں گی، جبکہ اہلسنت کا عقیدہ ہے کہ جنت و دوزخ پیدا ہو چکی ہیں اور ان کے نیچے یعنی ان کے باغوں کے درختوں کے نیچے نہریں بہ رہی ہیں۔ چنانچہ شرح عقائد میں ہے ''**و هما ای الجنة والنار مخلوقتان الان موجودتان و زعم اکثر المعتزلہ بانهما انما تخلقان**'' (شرح عقائد مع النبر اس: ۳۴۰) یعنی جنت اور دوزخ دونوں پیدا کی چکی ہیں اور دونوں اس وقت موجود ہیں اور اکثر معتزلہ کا خیال ہے کہ وہ روز قیامت پیدا کی جائیں گی۔ لہذا مسلک حق اہلسنت کے مطابق

ترجمہ یوں کرنا چاہیے ''نہریں بہتی ہیں''۔

بلا شبہ عمدۃ البیان میں گرائمر و بلاغت کے اصولوں پر بڑی توجہ دی گئی ہے۔ اعتقادی پہلو کو بھی نظر انداز نہ ہونے دیا۔ مگر اس حد تک مبالغہ کرنا کہ یہ اس صدی کا تجدیدی کارنامہ ہے مناسب نہیں اور خادم قرآن ایسے دعوے نہیں کیا کرتا۔

(۴) ترجمہ قرآن: نظر ثانی محمود الحسن عارف

ڈاکٹر محمود الحسن عارف ۱۹۵۴ میں لاہور میں پیدا ہوئے۔ درس نظامی کی تکمیل جامعہ اشرفیہ سے اور جدید علوم کی جامعہ پنجاب لاہور سے کی.

قاضی ثناء اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی حیات و تصنیفات کے موضوع پر علمی و تحقیقی کام کر کے پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی۔ اردو دائرہ معارف اسلامیہ کے چیئر مین کی حیثیت سے ۱۹۹۵ء سے کام کر رہے ہیں۔ کئی کتابوں کے مصنف ہیں۔

شیخ آفتاب احمد شیخ کی سربراہی میں اہل علم کی ایک جماعت کے تیار کردہ اس ترجمہ پر نظر ثانی کا کام ڈاکٹر محمود الحسن عارف نے کیا۔ اس ترجمہ کے امتیازات پر روشنی ڈالتے ہوئے آفتاب احمد شیخ نے لکھا ہے:

''ادارہ علم القرآن نے جو دینی کتب کی اشاعت کا ایک قدیم ادارہ ہے اس بابرکت سلسلہ کو آگے بڑھایا ہے۔ اور اہل علم کی ایک جماعت نے متن قرآن کو سامنے رکھ کر قرآن حکیم کے تراجم سے استفادہ کرتے ہوئے ایک نیا ترجمہ ترتیب دیا ہے۔ یہ ترجمہ نہ تو مکمل طور پر پابند ترجمہ ہے اور نہ ہی مکمل طور پر آزاد۔ کوشش یہ کی گئی ہے کہ ہر لفظ کا ترجمہ اس لفظ کی ترتیب کے مطابق آئے اور اس سے جملے کا مفہوم بھی واضح ہو جائے۔ ہم نے اس ترجمہ قرآن سے عام لوگوں کا استفادہ بڑھانے کے لیے رنگوں کا استعمال بھی کیا ہے۔ ہر آیت میں موجود الفاظ کا ترجمہ اسی رنگ میں سامنے دیا گیا ہے۔ قابل ذکر بات اور دلچسپ بات یہ ہے کہ اردو کے آسان اور عام مستعمل الفاظ کے ساتھ ساتھ جملے کی سادگی، سلاست اور عام فہمی کو بھی پیش نظر رکھا گیا ہے''۔ (۱۷)

اس ترجمہ میں یہ امتیاز بھی ہے کہ ہر پارہ کے شروع میں پارہ کا تعارف دیا گیا ہے جبکہ عموماً سورتوں کے آغاز میں تعارف کا رواج ہے۔

ترجمہ میں عموماً قرآنی اصطلاحات کو بغیر ترجمہ کے نقل کیا ہے اور حاشیہ میں مفہوم کی وضاحت کر دی ہے۔ سورۃ الکوثر کی پہلی آیت کا ترجمہ یوں کیا ہے ''بے شک ہم نے آپ کو عطا کیا (اے محمد) الکوثر'' اور پھر کوثر کی وضاحت حاشیہ میں کی ہے۔

☆☆☆

حوالہ جات/حواشی

(۱) ملاحظہ فرمایئے

مرزا حامد بیگ، ڈاکٹر، ترجمے کا فن، مقتدرہ قومی زبان اسلام آباد، ۱۹۸۷ء/تحسین فراقی، عبدالماجد دریا آبادی احوال و آثار، ادارہ ثقافت اسلامیہ لاہور، ۱۹۹۳ء، ص ۲۴۱۔۲۵۵

(۲) درج ذیل دلائل ملاحظہ فرمائیں

(i) عن ابی هريرة رضی الله عنه قال: كان اهل الكتاب يقرؤون التوراة بالعبرانية، ويفسرونها بالعربية لاهل الاسلام، فقال رسول الله ﷺ لاتصدقوا اهل الكتاب ولا تكذبوهم

صحیح البخاری، کتاب التفسیر، باب قولوا امنا بالله وما انزل الينا، رقم الحديث ۴۴۸۵

(ii) صحیح البخاری، کتاب الاحکام، باب ترجمہ الاحکام وھل یجوز ترجمان واحد

If common words like glass, bus, lorry, tram, railway train, ticket, cricket, football, and squash cannot be Indianised, how could multi-layered, technical words and phrases reflecting human feelings be replaced with the appropriate ones?

As per the theory of human communication, words are an abstract symbol of certain objects, actions, perceptins or feelings. Words in one language can find their equivalents in another language, but every word ahs a

historical, cultural and social background. The sociology of language depends upon many facts . Moral values, cultural heritage and interaction with other communities enrich a language. The examples of English and Urdu are not too divergent.

The history of languages and their promotion is a dynamic record of events. Except a few languages, no language in the world has ever been suppressed exhaustively. The reason is that a language is a collective creation and suffers decline or progress according to its social and economic requirements.

(شیخ عزیز کا Passage to India کے عنوان سے مضمون)

ڈاکٹر محمد سعید رمضان البوطی کا درج ذیل اقتباس ترجمہ کی اہمیت کے سلسلہ میں اس کی افادیت کے تصور کو واضح کرتا ہے۔ مکاتیب نبوت کے حوالہ سے وہ لکھتے ہیں:

''آں حضرت ﷺ کے عمل سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ مسلمان کو چاہیے کہ اسلامی دعوت کو روئے زمین کے گوشے گوشے میں پھیلانے کے لیے مناسب وسائل و ذرائع اختیار کریں۔ اس کا ایک اہم ذریعہ یہ ہے کہ جن قوموں تک وہ اسلام کی دعوت پہنچانا اور اس کے احکام و مبادی سے انہیں روشناس کرانا چاہتے ہیں ان کی زبانیں سیکھیں۔ ہم نے دیکھا کہ آں حضرت ﷺ نے ایک ہی دن میں چھ صحابہ کو مختلف سلاطین اور امراء کے پاس اپنے مکاتیب دیکر بھیجا۔ اس میں سے ہر صحابی اس قوم کی زبان اچھی طرح جانتا تھا جس کی طرف اسے بھیجا گیا۔

(البوطی، ڈاکٹر محمد سعید رمضان، فقہ السیرۃ النبویۃ، مترجم ڈاکٹر محمد رضی الاسلام ندوی، نشریات لاہور ۲۰۰۷، ص: ۴۷۳)

دعوت کے سلسلہ میں ترجمہ کی افادیت کو مفسرین نے سورہ ابراہیم کی آیت:۴

وما ارسلنا من رسول الا بلسان قومه ليبين لهم

کے تحت بیان کیا ہے۔ لغت کے معروف امام زمخشری لکھتے ہیں:

قلت: لا يخلو إما أن ينزل بجميع الألسنة أو بواحد منها، فلا حاجة إلى نزوله بجميع الألسنة، لأن الترجمة تنوب عن ذلك وتكفي التطويل، فبقي أن ينزل بلسان واحد، فكان أولى الألسنة لسان قوم الرسول، لانهم أقرب إليه، فإذا فهموا عنه وتبينوه وتنوقل عنهم وانتشر قامت التراجم ببيانه

وتفهيمه، كما ترى الحال وتشاهدها من نيابة التراجم في كل أمة من أمم العجم، مع ما في ذلك من اتفاق أهل البلاد المتباعدة، والأقطار المتنازحة، (۱)

(الزمخشری، محمود بن عمر، الکشاف عن حقائق غوامض التنزیل، تحقیق مصطفی حسین احمد)

معروف مفسر امام قرطبی نے لکھا ہے

لأن كل من ترجم له ما جاء به النبي صلى الله عليه وسلم ترجمة يفهمها لزمته الحجة

(القرطبی، محمد بن احمد الانصاری، الجامع لاحکام القرآن، دار احیاء التراث العربی، ۱۹۸۵، جلد ۹، ص: ۳۴۰)

مولانا نعیم الدین مراد آبادی نے اس آیت کی تفسیر میں لکھا کہ جب آپ کی قوم اچھی طرح سمجھ لے تو دوسری قوموں کو ترجموں کے ذریعے وہ احکام پہنچا دیے جائیں (خزائن العرفان ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور سورہ ابراہیم، حاشیہ: ۱۱، ص: ۴۶۰)

مفتی احمد یار خان نعیمی اس سلسلہ میں رقمطراز ہیں:

''اپنی قوم کو بلاواسطہ اور دوسروں کو علما کے ترجموں کے ذریعہ سے، چنانچہ آج تمام دنیا میں علما تبلیغ فرما رہے ہیں، یہ حضور ہی کی تبلیغ ہے

احمد یار خاں نعیمی، مفتی، نور العرفان، حاشیہ ۳، ص: ۴۰۷

محمد علی الصابونی نے "ترجمہ" کی جو تعریف کی اس میں بھی دعوتی پہلو کا عنصر بین السطور موجود ہے۔ وہ لکھتے ہیں

"ترجمة القرآن معناها نقل القرآن الى لغات اجنبية أخرى غير اللغة العربية وطبع هذه الترجمة في نسخ ليطلع عليها من لا يعرف اللغة العربية (لغة القرآن) ويفهم مراد الله عز وجل من كتابه العزيز بواسطة هذه الترجمة "(التبيان في علوم القرآن ص: ۲۰۵)

ترجمہ القرآن، کا مطلب ہے قرآن کریم غیر عربی زبانوں میں منتقل کرنا، ان تراجم کو شائع کرنا تاکہ عربی سے نا آشنا لوگ اس ترجمہ کی وساطت سے کتاب عزیز کے معانی سمجھیں اور اللہ تعالیٰ کی مراد کو جانیں۔

(۵) منہاج ترجمہ و تفسیر، ص: ۲۰ ...... البتہ مکمل اردو ترجمہ شاہ عبد القادر رحمۃ اللہ علیہ کا ہے جو ۱۲۴۵ھ میں منظر عام پر آیا

(۶)

(۷) معارف القرآن جلد ۵، ص: ۲۴۳

(۸) عربی زبان اور اس کی اہمیت و عظمت اور وسعت لسانی کے لیے ملاحظہ فرمائیں۔ ایضاً ص: ۲۴۳-۲۴۶

(۹) عبد الماجد دریا آبادی کا یہ کہنا بالکل درست ہے

Of all great works the Holy Quran is perhaps the least translatable

(Darya badi, Abdul Majid, Translation of the Holy quran, Taj company Karachi, 1957 Preface P.ix)

Pickthall نے بھی ایسی ہی رائے پیش کی ہے

The Book is here rendered almost literally and every effort has been made to choose befitting language. But the resolt is not the Glorious Quran, that initable symphony, the every sounds of which nove man to terars and ecstasy. It is only an attempt to present the meaning of the Quran- and peradventvre something of the charm- in English

Translators Foreword P:3

(۱۰) منہاج ترجمہ و تفسیر، ص:۳۳

(۱۱) اصول ترجمہ قرآن کریم، ص:۱۸۔۲۲

(۱۲) احوال حیات کے لیے ملاحظہ فرمائیے

محمد حبیب کا غیر مطبوعہ مقالہ

المكانة الادبية لترجمة معانی القرآن الكريم للشيخ السيد محمد وجيه السيما عرفانی

(۱۳) واضح رہے کہ عرفان القرآن کے نام سے ڈاکٹر محمد طاہر القادری کا ترجمہ بھی شائع ہوا ہے۔ مگر زیر تبصرہ ترجمہ اس ترجمہ سے پہلے شائع ہو چکا تھا۔

(۱۴) احوال و آثار کے لیے ملاحظہ فرمائیں

(i) محسن اہلسنت از محمد عبدالستار طاہر

(ii) تذکار شرف از محمد عبدالستار طاہر

(iii) شرف ملت نمبر (مدیر) محمد اسلم شہزاد

(۱۵) جناب علامہ عبدالحکیم شرف قادری صاحب نے اپنے ترجمہ کے متعلق معلومات ۱۸/اکتوبر ۲۰۰۶ء ۲۴/رمضان ۱۴۲۷ھ کو راقم کے لیے لکھی تھیں۔ یہ قلمی صورت میں میرے پاس محفوظ ہیں.

(۱۶) الشرف اکتوبر ۲۰۰۷ء ص ۱۰۷

(۱۷) حالات زندگی کے لیے ملاحظہ فرمائیں
حافظ احسان احمد قاضی کا تحریر کردہ ''تعارف مصنف'' جو مفتی صاحب کی کتاب '' شدید غصہ کی طلاق کا شرعی حکم'' کی ابتداء میں ہے۔

(۱۸) ابتدائیہ ترجمہ قرآن مطبوعہ ادارہ علم القرآن.

مآخذ و مراجع

☆ اسلم شہزاد، (مدیر) شرف ملت نمبر، لاہور اکتوبر ۲۰۰۷

☆ سعود عالم قاسمی، ڈاکٹر، منہاج ترجمہ وتفسیر، فاران اکیڈمی، علی گڑھ، انڈیا ۲۰۰۲ء

☆ شرف قادری، عبدالحکیم، اصول ترجمہ قرآن کریم، رضا اکیڈمی لاہور ۱۹۹۶

☆ شرف قادری، انوار القرآن (غیر مطبوعہ)

☆ الصابونی، محمد علی، التبیان فی علوم القرآن۔ المکتبہ الحقانیہ، پشاور ۱۹۸۱

☆ طاہر، محمد عبدالستار، محسن اہلسنت، رضا دار الاشاعت لاہور ۱۹۹ء

☆ طاہر، محمد عبدالستار، تذکار شرف، الممتاز پبلی کیشنز لاہور، ۱۹۹۹ء

☆ عبدالحکیم شرف الدین، صالحہؒ ڈاکٹر، قرآن کریم کے اردو تراجم قدیمی کتب خانہ کراچی۔

☆ عارف محمود الحسن ڈاکٹر، (نگران) ترجمہ قرآن، ادارہ علم القرآن لاہور، ۲۰۰۲

☆ عرفانی، سید وجیہ السیما، عرفان القرآن، سندر شریف لاہور

☆ غلام سرور قادری، مفتی، عمدۃ البیان فی ترجمۃ القرآن، عمدۃ البیان پبلشرز لاہور، ۲۰۰۷

☆ غلام سرور قادری، مفتی، محاسن عمدۃ البیان (غیر مطبوعہ)

☆ فراقی، ڈاکٹر تحسین، عبدالماجد دریابادی احوال وآثار، ادارہ ثقافت اسلامیہ لاہور ۱۹۹۳

☆ محمد حبیب، الکافۃ الادبیۃ لترجمۃ معانی القرآن الکریم للشیخ السید محمد وجیہ السیما عرفانی، غیر مطبوعہ مقالہ برائے ایم اے پنجاب یونیورسٹی لاہور شعبہ عربی، زیر نگرانی، ڈاکٹر خالق داد ملک

☆ محمد شفیع، مفتی، معارف القرآن، ادارۃ المعارف کراچی، ۱۹۸۹

☆ محمد کرم شاہ، پیر، ضیاء القرآن، ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور ۱۳۹۹ء

☆ مجید اللہ قادری، کنز الایمان اور معروف تراجم قرآن، ادارہ تحقیقات امام احمد رضا پاکستان ۱۹۹۹ء

☆ مودودی، مولانا، تفہیم القرآن، ادارہ ترجمان القرآن، لاہور، ۲۰۰۲